قاضی حسین احمد کیا قاضی منذر بن سعید بن سکتے ہیں؟

کیا داعی اور ناصح حریف یا فریق ہوسکتا ہے؟

کیا ہمارے علماء اس دردمندی سے نصیحت فرمائیں گے؟

جنرل مشرف کے خلاف تحریک کا حاصل کیا ہے؟

اندلس کے خلیفہ عبدالرحمٰن الناصر کی ایک بڑی مال دار کنیز نے مرتے ہوئے وصیت کی کہ میرے مال سے فدیہ دے کر مسلمانوں کو قید سے چھڑالیا جائے۔ امیر المومنین نے دنیائے مسیحی میں تحقیقات کرائی۔ معلوم ہوا کہ کوئی مسلمان قیدی نہیں ہے۔ خلیفہ نے شکر کیا۔ اب فکر یہ ہوا کہ اس مال کا کیا، کیا جائے۔ ایک اور کنیز زہرہ نامی نے یہ تجویز پیش کی کہ نواح قرطبہ میں جو جبل العروس ہے اُس کے قریب ایک بے مثل عمارت بنادی جائے اور اس کو میرے نام سے موسوم کر کے قصر الزہراء نام رکھ دیا جائے۔ امیر المومنین نے اس کو منظور فرمالیا۔ اور ایسی عمارت کھڑی کردی، جس کی توصیف سے مورخوں کی زبان اور قلم عاجز ہے۔ ''**لم یخلق مثلها فی البلاد**''۔

قاضی منذر خلیفہ کے سامنے رونے لگے:

قرطبہ کے قاضی منذر بن سعید البلوطی بڑے عالم بہت سے علوم کے ماہر، کامل ان کو امیر المومنین الناصر نے قرطبہ کی مشہور ومعروف جامع مسجد کا امام مقرر کیا تھا۔ قصر الزہراء میں ایک چھوٹے سے برج (منارہ) کی تعمیر کا مرحلہ آیا۔ امیر المومنین چاہتے تھے کہ اس کی چھت چاندی اور سونے کی اینٹوں سے بنوائیں۔ اس کے لیے بڑا اہتمام کیا گیا سنار جمع ہوئے اینٹوں کے بنانے اور ان پر نقش ونگار کے مشورے ہو رہے تھے بدقسمتی سے قاضی منذر بھی آپہنچے۔ وہ بھی سب کچھ سنتے رہے اور آخر رو دیے۔ امیر المومنین نے دیکھا تو وہ گھبرا اٹھے اور پوچھا کہ'' قاضی صاحب! خیر تو ہے، آپ روتے کیوں ہیں؟ قاضی

صاحب نے فرمایا کہ ''اے امیر المومنین! واللہ، مجھے یہ امید نہ تھی کہ شیطان آپ کو اتنی پستی میں گرا دے گا۔ اللہ نے آپ پر اپنے کرم سے یہ مال، یہ فضل، یہ نعمت اس لیے عطا نہیں فرمائی ہے کہ آپ کافروں کے درجے تک پہنچ جائیں۔

عالیشان محلات اور قرآن حکیم:

امیر المومنین یہ سن کر بہت پریشان ہوئے، اور پوچھا کہ وہ کیسے؟ قاضی صاحب نے کہا کہ: امیر المومنین! کیا آپ کو سورہ زخرف کی یہ آیت یاد نہیں کہ ''**ولولا ان یکون الناس امة واحدة لجعلنا لمن یکفر بالرحمن لبیوتھم سقفا من فضته ومعارج علیھا یظھرون**............ ''۔ترجمہ [اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ سارے لوگ ایک ہی طریقے کے ہو جائیں گے تو ہم خدائے رحمان سے کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھتیں اور ان کی سیڑھیاں جن سے وہ اپنے بالا خانوں پر چڑھتے ہیں اور ان کے دروازے اور وہ تخت جن پر وہ تکیے لگا کر بیٹھتے ہیں سب چاندی اور سونے کے بنا دیتے] امیر المومنین یہ سن کر بڑی دیر تک چپ رہے، اور آخر کہا کہ: قاضی صاحب! اللہ آپ کو ہماری طرف سے جزائے خیر دے اور آپ جیسے اور بہت سے آدمی ہمیں عطا فرمائے''۔اس کے بعد وہ فوراً اٹھے اور حکم دیا کہ سونے چاندی کی اینٹیں نہ لگائی جائیں۔

خلیفۃ المسلمین اور نمازی رونے لگے:

ان ہی قاضی منذر کا ایک اور قصہ ہے: امیر المومنین کو قصر زہراء بنانے میں اتنا انہاک ہوا کہ وہ متواتر تین جمعوں کی نماز میں حاضر نہیں ہوئے۔ قاضی منذر کو اتنی تاب کہاں کہ امیر المومنین کی یہ حرکت دیکھیں اور چپ رہیں۔ چوتھے جمعہ میں جو وہ آئے تو قاضی صاحب کو موقع مل گیا۔انھوں نے اپنا خطبہ سورۂ شعراء کی اس آیت سے شروع کیا: ''**اتبنون بکل ریع آیة تعبثون o و تتخذون مصانع لعلکم تخلدون o واذا بطشتم بطشتم جبارین o فاتقوا اللّٰہ واطیعون o واتقوا الذی امد کم بما تعلمون o امدکم بانعام وبنین وجنت وعیون o انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم o قالو سواء علینا اوعظت ام لم تکن من الواعظین o**''۔یہ تمہارا کیا حال ہے کہ ہر اونچے مقام پر لاحاصل ایک یادگار عمارت بنا ڈالتے ہو اور بڑے بڑے قصر تعمیر کرتے ہو گویا تمہیں ہمیشہ یہاں رہنا ہے اور جب کسی پر ہاتھ ڈالتے و جبار بن کر ڈالتے ہو، پس تم لوگ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو، ڈرو اس سے جن نے وہ کچھ تمہیں دیا ہے جو تم جانتے وتمہیں جانور دیے اولا دیں دیں، باغ دیے، اور چشمے دیے، مجھے تمہارے حق میں ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔انھوں نے جواب دیا تو نصیحت کر یا نہ کر ہمارے لیے سب یکساں ہے۔اس کے بعد انھوں نے سورۂ نساء کی یہ آیت پڑھی: ''**قل متاع الدنیا قلیل والآخرة**

خیر لمن اتقی ''۔اس کے بعد انھوں نے بیکار عمارات بنانے اور اس کے اہتمام میں مستغرق ہونے کی برائیاں بڑی وضاحت سے بیان کیں، جگہ جگہ آیات کلام مجید لاتے چلے جاتے تھے۔ اسی میں انھوں نے یہ آیت سورۂ توبہ کی پڑھی: ''افمن اسس بنیانہ علی تقویٰ من اللّٰہ و رضوان خیر ام من اسس بنیانہ علیٰ شفا جرف ھار فانھار بہ فی نار جھنم واللّٰہ لا یھدی القوم الظلمین ''۔ پھر تمہارا کیا خیال ہے کہ بہتر انسان وہ ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد خدا کے خوف اور اس کی رضا کی طلب پر رکھی ہو یا وہ جس نے اپنی عمارت ایک وادی کی کھوکھلی بے ثبات کگر پر اٹھائی اور وہ اسے لے کر سیدھی جہنم کی آگ میں جا گری ایسے ظالم لوگوں کو اللہ کبھی سیدھا راستہ نہیں دکھاتا۔ پھر تذکیر و توعیظ کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ خلقت تھی کہ بے طرح رو رہی تھی۔ امیر المومنین جانتے تھے کہ اس کی مخاطب و مرجع خود ان کی ذات ہے۔ وہ اتنے روئے کہ بے حال ہو گئے۔

امیر المومنین کے بیٹے نے قاضی منذر کو ہٹانے کا کہا:

خطبہ ختم ہوا، نماز ختم ہوئی۔ امیر المومنین گھر آ گئے، مگر سخت منقبض کسی طرح صبر نہ آیا تو اپنے بیٹے الحکم (ولی عہد) کو بلا کر خوب درد دل سے روئے، اور کہا کہ دیکھو، منذر نے میرا کچھ بھی خیال نہ کیا اور جامع مسجد میں ہزاروں آدمیوں کے سامنے مجھے رسوا کیا'' ولی عہد کی جو شامت آئی۔ انھوں نے عرض کیا کہ امیر المومنین! پھر ایسے آدمی کو امامت سے موقوف ہی کیوں نہ کر دیجیے۔ یہ سن کر امیر المومنین بیٹے پر برس پڑے۔ فرمایا کہ'' کیا منذر بن سعید جیسے آدمی کو برخواست کر دیا جائے، ایسے بڑے فاضل کو، ایسے جری شخص کو جو کلمۂ حق کہنے میں خلیفۂ وقت کا بھی پاس نہیں کرتا! واللہ تجھے ولی عہدی سے معزول کر دینا مجھے آسان ہے اور منذر کو ہٹانا مجھ سے ممکن نہیں، اس جیسا آدمی میں کہاں سے لاؤں گا۔ ممکن ہے کہ قیامت میں ان کی امامت میری شفیع ہو۔

قصرۃ الزہراء کے عبرت ناک انجام کی پیش گوئی:

امیر المومنین قصر زہراء میں تھے۔ قصر ہی کے متعلق کچھ ذکر و فکر ہو رہا تھا کہ قاضی منذر بھی پہنچ گئے۔ ان کو عمارات سے نفرت اور اس فضول خرچی سے سخت عداوت تھی۔ شامتِ اعمال سے وہاں ابوعثمان بن ادریس بھی تھے انھوں نے الناصر اور زہراء کی تعریف میں ایک قصیدہ پڑھ دیا، اب قاضی صاحب کو ضبط کی تاب کہاں! انھوں نے فی البدیہہ فرمایا:

یا بانی الزہراء مستغرقا اوقاتہ فیہا! اما تمہل!
للہِ ما احسنہا رونقا لولم تکن زہر تہا...... تذبل!

امیر المومنین کو بُرا معلوم ہوا، مگر انھوں نے بڑی عاجزی سے کہا کہ: ''اے ابوالحکم! انشاء اللہ یہ پھول (زہراء) کبھی نہ مرجھائے گا'' قاضی منذر نے اس کے جواب میں صرف اتنا کہا، اور چپ ہو رہے کہ:

''یا اللہ! تو گواہ رہنا کہ میں نے اپنی سی نصیحت کر دی، مگر نصیحت نہیں سُنی گئی۔

مردمومن کی زبان سے نکلنے والے الفاظ:

مردمومن اور مرد کامل قاضی منذر کی زبان سے یہ چار مصرعے محض جذبات کا اظہار نہ تھے یہ وحی الٰہی اور ذات محبوب الٰہی کی آیات تعلیمات اور طرز زندگی کی حقیقت کو پانے والے ایک ولی اللہ کے دل سے نکلے ہوئے ٹوٹے نغمے تھے قاضی منذر نے قرآن کریم میں مٹنے والی قوموں اور تہذیبوں کا انہاک ایسی ہی عمارتوں میں دیکھا تھا عاد، ثمود، فرعون سب ان کے سامنے تھے قاضی منذر نے اندلس کے زوال اور خاتمے کی پیش گوئی کر دی تھی اور ایسا ہی ہوا۔ اس عمارت کو بنے اور اس شہر کو بسے شاید پچاس برس بھی نہیں گزرے تھے کہ اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی، اس کا نام بھی مٹ گیا، نشان بھی، آج مشکل سے ملتا ہے۔

قاضی منذر کا یہ واقعہ عہد حاضر کے علماء کرام اور مشائخ عظام کے لیے نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ خصوصاً محترم ومکرم معظم جناب قاضی حسین احمد کے لیے جنھیں اللہ تعالیٰ نے ایک عالمی اسلامی تحریک کا قائد اور متحدہ مجلس عمل کی سربراہی کے منصب سے بھی سرفراز کیا ہے۔ قاضی حسین احمد ایک بے چین مضطرب روح کے مالک ہیں جو امت کے فراق میں تڑپتی رہتی ہے۔ ان کی ذات طوفانوں، سیلابوں، ہنگاموں کی سرزمین ہے جس میں امت کا درد پنہاں ہے۔ ایک ٹی وی انٹرویو میں جب ان پر طنز کیا گیا کہ آپ کو سارے دنیا کا دکھ کیوں ہے؟ تو انھوں نے برجستہ جواب دیا تھا سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے۔ یہ درد اسی شخص کو ہو سکتا ہے جو امت سے دردمندانہ محبت رکھتا ہو۔ قاضی صاحب جماعت اسلامی اور متحدہ مجلس عمل کے اخلاص، نیت اور دینی حمیت کے بارے میں ہمیں کوئی شک وشبہ نہیں لیکن ان کی حکمت عملی اس امت کی تاریخی روایات کے خلاف ہے۔ سمجھوتوں کی جمہوری مغربی اور غیر اسلامی سیاست نے دینی جماعتوں کے تشخص کو مجروح کر کے رکھ دیا ہے۔ ۲۰۰۲ء کے انتخابات میں کامیابی کے بعد سے متحدہ مجلس عمل کی سیاست میں یا مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی کی سیاست میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ وزارت عظمیٰ کے منصب کی دوڑ میں شامل ہونے سے لے کر قائد حزب اختلاف کی کرسی حاصل کرنے تک قاضی صاحب کی سیاست خالص مغربی سیاست کا نمونہ پیش کرتی ہے۔ صوبہ سرحد اور بلوچستان کی صوبائی حکومتوں اور سندھ اور پنجاب کی مسلم لیگی حکومتوں میں کوئی ایسا فرق دنیا کو نظر نہیں آتا جو مغربی سیاست اور مذہبی سیاست کے امتیاز کو واضح کر سکے۔ اس کا لازمی اثر بلدیاتی انتخابات کے نتائج پر پڑا اور سرحد اور بلوچستان میں متحدہ مجلس عمل مشترکہ امیدوار کھڑی نہ کر سکی اور افسوسناک بات یہ تھی کہ چھوٹے چھوٹے شہروں میں چند عہدوں کی خاطر جمعیت العلمائے اسلام اور جماعت اسلامی، پیپلز پارٹی اور اے این پی سے مقامی سمجھوتے کر رہے تھے۔ یہ کیسی دینی سیاست ہے جو سیاست میں بھی ہم خیالوں کو متحد کرنے سے قاصر ہے اور لادین جماعتوں سے انتخابی اتحاد کر کے دین کے تحفظ کا کام کر

رہی ہے۔

جنرل پرویز مشرف کی وردی کی حمایت کر کے متحدہ مجلس عمل اپنے سارے پتے ہار گئی۔ اب قاضی صاحب اعتراف کرتے ہیں کہ ہم سے غلطی ہوئی، لیکن صرف یہ کہنا کہ غلطی ہوئی غلطی کا ازالہ یا امالہ نہیں ہے۔ اپنے حلقہ انتخاب کے لوگوں کو مطمئن کرنے کی ایک حقیر کوشش ضرور ہے۔ اگر یہ پہلی غلطی ہوتی یا آخری غلطی ہوتی تو شاید قاضی حسین احمد صاحب اور دینی سیاست کا یہ موقف تسلیم کرلیا جاتا لیکن یہاں تو غلطیوں کی ایک تاریخ ہے اس تاریخ سے چند موتی قاضی صاحب کی خدمت میں پیش کرنا ضروری ہیں۔

[۱] ۱۹۴۸ء میں سول لبرٹیز کے نام پر کمیونسٹ پارٹی سے اتحاد کیا گیا۔ نظریاتی سیاست میں یہ موڑ افسوسناک رویے کا حامل تھا۔

[۲] ۱۹۵۶ء کے انتخابات کی رپورٹ میں انتخابات میں استعمال کیے جانے والے غیر اخلاقی ہتھکنڈوں کی تفصیل دی گئی لیکن پھر یہی طریقے اگلے انتخابات میں استعمال کیے جانے لگے۔

[۳] ایوب خان کے خلاف انتخابی مہم میں ایک اہم دینی مسئلے کا استہزاء ان لفظوں میں کیا گیا کہ ایوب خان میں سوائے اس کے کوئی خوبی نہیں کہ وہ مرد ہیں اور فاطمہ جناح میں سوائے اس کے کوئی خامی نہیں کہ وہ عورت ہیں۔ حالانکہ مولانا ابوالکلام آزادؒ نے جب عورت کی سربراہی کو جائز قرار دیا تھا تو مولانا مودودیؒ نے اس موقف پر ترجمان القرآن میں تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جس شخص کے یہ خیالات ہوں اس کا مقام اسلام کے دائرے سے باہر تو ہوسکتا ہے اسلام کے دائرے کے اندر نہیں۔

[۴] ایوب خان کے خلاف جمہوری جدوجہد میں پی ڈی ایم کا ساتھ دے کر ایک خالص مغربی سیاسی عمل میں شرکت کر کے اپنی توانائیاں ضائع کی گئیں جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک اور مارشل لاء آ گیا۔ یحییٰ خان نے اقتدار سنبھال لیا جو ایوب خان سے زیادہ بدکردار اور بدنیت شخص تھا۔ یحییٰ خان کا پرجوش استقبال کیا گیا۔ اس سے ہر سطح پر تعاون کیا گیا۔

[۵] ۱۹۷۰ء کے انتخابی عمل میں مشرقی پاکستان میں جماعت اسلامی کو ایک نشست بھی نہ مل سکی۔ اس نتیجے کو قبول کرنے کے بجائے یحییٰ خان کا ساتھ دیا گیا۔ یحییٰ خان نے مشرقی پاکستان کی صوبائی اسمبلی کے انتخابات کالعدم قرار دے کر نئے انتخابات کرانے کا اعلان کیا اور ان جعلی انتخابات میں عوامی لیگ کی شرکت پر پابندی عائد کی گئی۔ جب کہ ۱۰۰ فیصد نشستیں عوامی لیگ نے حاصل کیں تھیں۔ جماعت اسلامی اس انتخابی عمل میں شریک ہوئی اور مسلم لیگ کے بعد دوسری بڑی جماعت کے طور پر ان جعلی انتخابات میں کامیاب ہوئی اور ڈاکٹر مالک کی کابینہ میں جماعت

اسلامی نے وزارتیں قبول کیں۔ لیکن اس کا شدید ردعمل ہوا اور البدر اور الشمس کے ہزاروں کارکنوں کو عوامی لیگ کی وحشت و بربریت کا نشانہ بننا پڑا۔ اگر جماعت اسلامی اس انتخابی سیاست سے الگ رہتی تو تحریک اسلامی کے لاکھوں افراد قربانیوں اور ظلم وستم سے بچ سکتے تھے۔

[۶] بنگلہ دیش کے قیام کی مخالفت کے باوجود جماعت اسلامی بنگلہ دیش کے امیر جناب غلام اعظم صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جماعت اسلامی نے کبھی بنگلہ دیش کے قیام کی مخالفت نہیں کی۔

[۷] مشرقی پاکستان میں پاکستانی فوج ہار رہی تھی اور اسے عبرتناک شکست ہو رہی تھی لیکن آپ کا اخبار جسارت فوج کی فتح کی خبریں شائع کر رہا تھا اور محمد صلاح الدین اور متین الرحمان مرتضیٰ، جنرل نیازی کو خالد بن ولید سے تشبیہہ دے کر فوج اور جنرل یحییٰ کے حق میں اداریے لکھ رہے تھے۔ یحییٰ خان کے لیے کیا کچھ لکھا گیا اور کہا گیا یہ الگ تاریخ ہے۔

[۸] ذوالفقار علی بھٹو اقتدار میں آئے تو ان کے خلاف پی این اے کی تحریک میں اصل طاقت جماعت اسلامی کی تھی لیکن انجام کیا ہوا کہ اقتدار جنرل ضیاء الحق کے ہاتھ میں آ گیا۔ اگر پی این اے کو اقتدار ملتا تب بھی ملک کی قیادت سیکولر رہنما اصغر خان کے ہاتھ میں ہوتی۔

[۹] جنرل ضیاء الحق صاحب کی کابینہ میں جماعت اسلامی نے شمولیت اختیار کی لیکن آخر کار وہاں سے نکلنا پڑا۔ اس کے باوجود میاں طفیل محمد اپنی امارت کے اختتام تک جنرل ضیاء الحق کی حمایت کرتے رہے۔ میاں صاحب کی غلط حکمت عملی پر جماعت میں اختلاف ہوا اور جسارت کے مدیر صلاح الدین کو مارشل لاء کی حمایت کے جرم میں جسارت سے الگ ہونا پڑا۔ جناب محمود اعظم فاروقی نے یہ جرأت مندانہ فیصلہ کیا۔ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب کچھ مجھ سے پہلے ہوا۔ یہ میاں طفیل صاحب کی غلطیاں تھیں۔ یقیناً آپ کی قیادت میں ضیاء الحق کی مخالفت کا آغاز ہوا جو نہایت بنیادی تبدیلی تھی، جس کا سہرا آپ کے سر جاتا ہے لیکن آپ کی قیادت کے باوجود ماضی کے تلخ تجربات کے باوجود طرز عمل آپ کے زمانے میں وہی رہا۔

[۱۰] مثلاً ۱۹۸۸ء کے انتخابات میں آپ نے لادینی سیکولر جماعتوں کے ساتھ IJT میں شمولیت اختیار کی۔ پنجاب میں ایک دو وزارتیں بھی حاصل کیں لیکن معاشرے میں کوئی انقلاب برپا نہ ہوا۔

[۱۱] بے نظیر بھٹو وزیراعظم بنیں تو ان کے خلاف تحریک چلائی گئی، وہ اقتدار سے بے دخل ہوئیں لیکن اقتدار کیسے ملا؟

[۱۲] نواز شریف وزیراعظم بنے تو آپ نے ان کے خلاف بھی تحریک چلائی۔ یہ تمام تحریکیں بہت زوردار اور زبردست تھیں لیکن ان تحریکوں کا فائدہ جماعت اسلامی، اسلام، پاکستان، عالم اسلام اور اسلامی طاقتوں کو کیا ہوا؟ یہ ضرور ہوا کہ آپ کی ان عظیم الشان تحریکوں کے نتیجے میں بلخ شیر مزاری، غلام مصطفےٰ جتوئی، معین قریشی اور معراج خالد جیسے لوگ بھی وزیراعظم بن گئے، لیکن انتظامیہ نے کبھی جماعت اسلامی کو اس منصب کے لیے عبوری طور پر نامزد کرنا مناسب نہ سمجھا۔ آخری تحریک کے نتیجے میں جنرل مشرف تشریف لائے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ اپ نے جنرل مشرف کا بھی زبردست استقبال کیا تھا لیکن یہ استقبال آپ کو تاریخ کا مہنگا ترین استقبال معلوم ہو رہا ہے۔ اس کا اندازہ آپ کو آہستہ آہستہ، دن بہ دن، رفتہ رفتہ ہو رہا ہے۔ اب آپ دوبارہ جنرل مشرف کو اقتدار سے ہٹانے کی تحریک چلا رہے ہیں۔ آپ کے ارادے، عزائم اور نیت پہلے بھی نیک تھے اب بھی نیک ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ آئندہ بھی نیک رہے گے۔ لیکن آپ کی حکمت عملی درست نہیں ہے۔ اقتدار کے منصب پر کسی کے آنے اور جانے سے ملک میں معاشرے میں تھوڑی بہت تبدیلی تو شاید ممکن ہے لیکن بنیادی نوعیت کی کوئی تبدیلی ممکن نہیں ہے۔ مغربی فکر و فلسفے سے واقف ہر شخص جانتا ہے کہ جب تک موجودہ مغربی سیاسی اداراتی انتظامی سانچے اور ڈھانچے کو تبدیل کرنے کا عزم و ارادہ نہ ہو کوئی تبدیلی نہیں آسکتی۔ فوکو نے اس معاملے کو اپنی کتابوں میں نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ ایک پنجرہ ہے، اس پنجرے میں داخل ہونے والا اس نظام کے طلسم سے باہر نہیں نکل سکتا۔ یہ نظام ہر ایک کو اپنے سانچے میں ڈھال لیتا ہے۔

المیہ یہ ہے کہ اسلامی تحریکیں مغرب کی مخالف بھی ہیں لیکن مغرب کے بنائے ہوئے پنجرے میں خوشی خوشی داخل ہونے پر تیار بھی ہیں۔ جب تک اس پنجرے کو پرزے پرزے کرنے کا کوئی سانچہ، نظام، طریقہ اور ڈھانچہ اسلامی تحریکیں ایجاد نہ کرلیں۔ سیاسی تحریکیں اور اقتدار پر قبضہ کرنے کی یہ کوششیں بے کار رہیں گی۔ لہٰذا ہمارا مشورہ صرف یہی ہے کہ جماعت اسلامی اور متحدہ مجلس عمل اپنی توانائیاں صدر پرویز مشرف کو ہٹانے کے بجائے کسی اور سمت میں لگائے تاکہ امت اور پاکستانی عوام کو ایک نئی راہ مل سکے۔ سیاست کو خالص شریعت کی روشنی میں برتا جائے اور سیاسی حکمت عملی کے اہداف، نظریاتی اور واضح ہوں تو کوئی فائدہ بھی ہوگا۔ پرویز مشرف کو ہٹانے سے اقتدار اسلامی تحریکوں کے ہاتھ میں نہیں آئے گا صرف چہرہ بدلنے سے نظام نہیں بدلے گا۔ لہٰذا چہرے بدلنے کی حکمت عملی ٹھیک نہیں۔